پس چہ باید کرد؟

ہماری قومی زندگی سے اسلامی وقومی شعائر روز بروز بے دخل ہو رہے ہیں اور ان کی جگہ انگریزی، صیہونی اور ہندوانہ طریقے رواج پا رہے ہیں۔ اہل وطن اس بارے میں اس حد تک چلے گئے ہیں کہ اپنے بچوں کے نام تک رکھنے میں بھی غیر محتاط ہو گئے ہیں اور بھارتی ڈراموں اور فلموں کے کرداروں اور پاکستانی اداکاراؤں کے بے معنی نام، اپنے بچوں کیلئے پسند کرتے ہیں۔ شادی بیاہ کے تمام طریقے سراسر ہندوانہ ہو گئے ہیں۔ آتشبازی قومی زندگی کا حصہ بن گئی ہے۔ غیر ذمہ داری، شہریت کا جزو ہو گئی ہے۔ انتہا یہ ہوئی کہ لوگ نصف شب کو اٹھ کر آتش بازی شروع کر دیتے ہیں بلکہ اس سے آگے ایک اور انتہا بھی ہے کہ اہل مذہب نے اس کارِ شیطانی کیلئے اسلام کے نام پر دو راتیں مقرر کر دی ہیں۔ ایک شب قدر اور دوسری شب معراج جب مساجد میں چراغاں روا کر دیا گیا تو گھروں میں آتشبازی کو کون ناجائز کہہ سکتا ہے؟ ستم یہ ہوا کہ فرقہ واریت کے رسیا علماء نے عوام سے صرف فرقوں کی پابندی کا مطالبہ کیا اور اس کے بعد ان کے کسی غیر اسلامی فعل پر گرفت کرنے کا وظیفہ ترک کر دیا۔ لوگوں کے ذہن میں یہ بات بٹھا دی گئی کہ وہ عُرس، میلاد، تعزیہ کی رسومات بجالانے کے بعد اپنی روزمرہ زندگی میں جو چاہیں سو کریں، ان کی مسلمانی میں کوئی خلل واقع نہیں ہوتا۔

حکومتی سطح پر تو کبھی کوئی ایسی کوشش کی ہی نہیں گئی کہ اہل وطن اسلامی زندگی بسر کریں کیونکہ اقتدار پر ہمیشہ سیکولر لوگوں کا قبضہ رہا ہے۔ قیادت خواہ سیاست دانوں سے ابھری...... خواہ فوج سے آئی یا بیوروکریسی سے اٹھی، ہمیشہ اسلام سے لاتعلق رہی۔ دستور تین مرتبہ بنے...... تین میں سے دو کو مارشل لاء نے اپنے بوٹوں تلے روندڈالا اور تیسرا کہنے کو برقرار ہے مگر اس میں سیاسی وفوجی ترامیم اس کثرت سے ہوئیں کہ اس کا حلیہ ہی بگڑ گیا ہے۔ ایوب خان، اسلام سے اس حد تک الرجک تھے کہ ملک کا نام ہی ری پبلک آف پاکستان رکھ دیا۔ بعد میں بڑی مشکل سے اسلامک کا اضافہ کرنے پر آمادہ ہوئے۔ آج جس آئین کی اصلی شکل میں بحالی کا ہم مطالبہ کرتے ہیں اور جسے لوگ اسلام کے قریب کہتے ہیں، وہ اس زیڈ۔اے۔ بھٹو مرحوم نے بنایا جس کے نعرے ''سوسلزم ہماری معیشت ہے'' کی وجہ سے وہ عمر بھر مذہبی حلقوں میں متنازعہ رہا۔ خیر، قرار داد مقاصد جواب دستور کا حصہ ہے، کیسے شامل دستور ہوئی؟ یہ ایک الگ داستان ہے اور ہم اسے معجزہ قرار دیتے ہیں اور اسے واقعی 16 کروڑ اہل وطن کی امنگوں کا ترجمان کہتے ہیں۔ لیکن اس کی موجودگی میں صریحاً غیر اسلامی بل پاس ہو رہے ہیں اور کوئی کسی کا ہاتھ روکنے والا نہیں۔ سپریم کورٹ آف پاکستان نے اپنے متفقہ فیصلے کے ذریعے ربوا

(سود) کو حرام ٹھہرایا مگر اس کے فیصلے کو انتظامیہ نے نافذ نہ کیا اور سود کی لعنت قومی زندگی کے رگ و پے میں شامل ہو کر ہماری کمائی کو حرام اور ہماری معیشت کو برباد کر رہی ہے۔ پچھلے دنوں خود صدر محترم نے فرمایا کہ معیشت زبوں حال اور امن وامان بے حال ہے۔ ہم ان کی خدمت میں عرض کرتے ہیں کہ ہم نے سود کی حرمت مٹا کر اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے اعلانِ جنگ کر رکھا ہے۔ ہم نے سود لینے دینے کا کوئی مقامی یا بین الاقوامی طریقہ اور ذریعہ نہیں چھوڑا اور اپنی مریض معیشت کو سنبھالا دینے کیلئے اسے ہمیشہ سود کا ٹیکہ لگایا مگر آج بھی اس پر حالتِ نزع طاری ہے۔ جس تجوری کو صدر بڑے فخر کے ساتھ معمور اور اپنی کامیاب معاشی پالیسی کا ثبوت ٹھہراتے ہیں، دراصل خود فریبی کے سوا کچھ بھی نہیں۔

اگر 38 ارب ڈالر کے غیر ملکی قرضہ اور اس سے دگنی رقم کے اندرونی قرضہ کی موجودگی میں تیرہ ارب ڈالر کے زر مبادلہ سے ہماری تجوری معمور ہے تو ہماری معاشی مہارت پر سوائے ہمارے بنکر وزیر اعظم کے کوئی دوسرا ماہر معاشیات اظہارِ اطمینان نہیں کر سکتا۔ یہ تو ایسے ہی ہے کہ سو روپیہ کے مقروض کے پاس دس روپے تو ہیں مگر وہ اتنا بے ہوش ہے کہ دس روپے پر فخر کرتا ہے اور سو روپے کے قرض پر فکر مند نہیں ہوتا۔

سود کا یہ خاصہ ہے کہ یہ مہاجن کو موٹا کرتا اور مقروض کو مٹاتا ہے۔ پھر ایک اور تماشا ہے کہ یہی موٹے مہاجن سوسائٹی میں ہر قسم کا فساد برپا کرتے اور امن وامان کے وہ بگاڑ پیدا کرتے ہیں جن کے انسداد میں پولیس اور عدالتی سسٹم ناکام ہو جاتا ہے۔ یہ مہاجن مافیا بن جاتے ہیں اور انتظامی مشینری ان کے اثر ورسوخ کے سامنے بے بس ہو جاتی ہے اس لیے اگر صدر واقعی ملکی معیشت کو مضبوط کرنا چاہتے ہیں، ملک میں امن وامان قائم کرنا چاہتے ہیں تو اسلامی جمہوریہ پاکستان میں فوراً بیک جنبشِ قلم سود کو حرام قرار دے ڈالیں اور ہم انہیں یقین دلاتے ہیں کہ اللہ راضی ہو کر ہمارے لئے آسمانوں اور زمینوں سے رزق کے دریا بہا دے گا۔ وہ تمام فساد جو ہماری سماجی زندگی کو زہرناک بنا رہے ہیں، خود بخود ختم ہو جائیں گے۔ سود ختم ہوگا تو تجارت حاضر مال اور حاضر سرمائے سے ہوا کرے گی۔ جدید دور کا مہاجن یعنی بنک خود بخود مٹ جائے گا۔ اس کا قدرتی اثر ہوگا کہ گرانی ختم اور ارزانی پیدا ہوگی۔

ہماری دانست میں گرانی پیدا کرنا، بنکنگ سسٹم کی حیات کیلئے ضروری ہے۔ گرانی پیدا نہ ہو تو بنک کس پر جئیں گے۔ مگر عام آدمی اسے مانتا ہے نہ سمجھتا ہے۔ وہ کہتا ہے اگر بنک نہ ہوں گے تو حکومتوں کو میگا ترقیاتی پراجیکٹس کیلئے سرمایہ کہاں سے ملے گا؟ ہم کہتے ہیں کہ سودی قرضوں سے نہ تو ہم آج تک ترقی کر سکے اور نہ آئندہ کریں گے۔ سود حرام ہے، حرام میں برکت کہاں۔ بلکہ جو ساٹھ سال میں ہم نے دیکھا ہے وہ یہی ہے کہ ہم اور ہماری معیشت ساری سود خوری کے باوجود دنیا کے مانے ہوئے پسماندہ لوگ ہیں۔ صدر بسم اللہ کریں اور پھر دیکھیں اللہ تعالیٰ ہم پر اپنے خزائن ارضی وسماوی کے دروازے کیسے کھولتا ہے۔ سود چھوڑیں۔ اگر نہ چھوڑیں گے تو امریکہ کے جوتے چاٹنے کو اپنی سعادت جانتے رہو گے (وما علینا الا البلاغ)